R.No. 2186/57

Regd. No. L922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون - ۱۹
قیمت تین پیسہ
فی پرچہ سالانہ ...

تاریخ اشاعت
۲۳-۱۵-۰-۹

۲۲ر اگست ۱۹۶۴ء | ایڈیٹر - آل احمد سرور | جلد ۲۳ - شمارہ ۳۲

اداریہ

نظر وسیع کیجیے

انگریزی کا ایک مشہور جملہ ہے کہ "جس نے صرف انگلستان کو جانا اس نے انگلستان کو کیا جانا" ہم اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس نے صرف ہندوستان کو جانا اس نے ہندوستان کو کیا پہچانا، یا جس نے صرف اردو ادب کو جانا اس نے اردو ادب کو کیا پہچانا، دراصل اپنے آپ سے بھی جان پہچان دوسروں کو دیکھ کر اور پرکھ کر ہی ہوتی ہے۔ آج اردو ادبیات کے پرستاروں کو اس نکتے کو خاص طور سے دھیان میں رکھنا چاہیے۔ وہ دن لد گئے جب اردو ادب کے جاننے والے صرف اپنے سرمایے پر نظر ڈال کر اس کے متعلق حکم لگا دیا کرتے تھے۔ اب تو اپنے ادب کے ساتھ متعلقہ ادبیات کے علم کی بھی ضرورت ہے اور عالمی معیاروں سے آشنا ہونے کی بھی۔ مثلاً اردو ادب پر کوئی رائے اس وقت تک اہم نہیں ہو سکتی جب تک مشرقی اور مغربی دونوں معیاروں کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور سنسکرت، ہندی، فارسی اور ایک حد تک عربی کے ساتھ انگریزی ادب کے معیاروں کا احساس نہ ہو۔ کچھ لوگوں کے نزدیک یہ بات ناقابل عمل ہوگی اگر غور سے دیکھا جائے تو اس پر بڑی حد تک عمل ہو سکتا ہے۔ اردو زبان جاننے والوں کے لیے ہندی کا علم آسان ہے۔ اردو ادب سے کچھ بھی واقفیت کے لیے فارسی سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ سنسکرت زبان نہ جانتے ہوئے ہندی کے ذریعہ سے سنسکرت کے رس کے فلسفے کا علم ہو سکتا ہے۔ انگریزی عالمی زبان ہے اور کم سے کم ایک عالمی زبان سے واقفیت اب ہر تعلیم یافتہ اور مہذب انسان کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح اردو ادب کے طلبا کو دراصل ہندی اور انگریزی پر ادھر زور دینا ہے، کیوں کہ فارسی سے ان کی واقفیت کچھ نہ کچھ اب بھی ہے۔ اگر ہماری یونیورسٹیاں اردو کے ایم۔اے کے نصاب میں مشرقی اور مغربی تنقید پر اور توجہ کریں تو ہمارے معیار اور جامع ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے ضرورت یہ ہوگی کہ صرف ہندی کا کوئی معمولی سا انتخاب یا انگریزی کی کچھ تنقیدی کتابیں نصاب میں رکھنے کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ ہندی کے کلاسیکل ادب اور عالمی ادب کے شاہکاروں کے تفصیلی مطالعے کے لیے کچھ وقت نکالا جائے اور مغربی تنقید پر اور توجہ کی جائے۔ اگر اردو ادب کا طالب علم اپنی ادبی روایت سے اچھی طرح واقف ہوتے ہوئے اور اس کی ہندوستانی بنیاد کو ذہن میں رکھتے ہوئے مغربی ادب سے بھی آشنا ہو، تو اردو ادب میں نئے نئے پھول کھل سکتے ہیں۔ یونیورسٹیوں کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہیے۔

اس شمارے میں

سیو بین

اخبار اسٹیٹسمین میں ،، ایک زمانے میں ،، کے نام سے ایک پرانے اخبار نویس ایک ہفتہ وار کالم لکھا کرتے تھے ۔ اس میں ہندوستان کے مشہور ہستی کے شعبہ سے لے کر شکسپیر کی اصلیت تک پر اظہار خیال ہوتا تھا ۔ ایک دفعہ انھوں نے یہ سوال کیا کہ STRONG اور WEAK چائے کے لیے ہندوستانی مترادف کیا ہوں گے ۔ خود ہی جواب میں مضبوط اور کمزور کو نظر انداز کرتے ہوئے انھوں نے تیز اور سست پر سرسری نظر ڈالی ، پھر گہری اور ہلکی پر کچھ دیر ٹھہرے اور بالآخر ہلکی کو پسند کر لیا ، مگر گہری کے مقابلے میں کڑی پر زور دیا ۔ حال ہی میں نظیر کا کلیات دیکھا تو ایک شعر پر نظر جم گئی اور کہم کی نظر کی صحت واضح ہو گئی شعر یہ ہے ؎

ایک ہی ساغر میں تھے ہم تو پڑے لوٹتے
اتنے میں ساقی نے دی اس سے کڑی دو بھی

اسی طرح اخبار میں آسٹریلیا کے بانکے کا قصہ تھا جنھوں نے سڑک پر ہوائی جہاز اتار دیا اور جب پولیس نے انھیں گرفتار کرنا چاہا تو یہ بد کلامی پر اُتر آئے ۔ انگریزی کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ نہایت دل چسپ ہے : "ROBUST LANGUAGE" اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہوگا ۔ تندرست زبان کہہ نہیں سکتے ۔ گالی گلوج سے مفہوم ادا ہو جاتا ہے مگر اسے ترجمہ نہیں کہا جا سکتا ۔ طرّاری سے کام چل سکتا ہے ۔ ہماری زبان کے پڑھنے والے کچھ اس سلسلے میں لکھیں تو اچھا ہو ۔

جب سے کامراج پلان نافذ ہوا ہے ، انگریزی اخبار نویسوں نے حسبِ دستور اسم سے فعل بھی بنا لیا ہے چناں چہ یہ اکثر لکھا جاتا ہے (HE WAS KAMARAJED) اب اس کا اردو میں ترجمہ کیسے کریں ۔ وحید الدین سلیم کے اصول کے مطابق یہ لکھا جا سکتا ہے کہ فلاں وزیر کامراجے گئے ۔ لیکن اگر اس قسم کا کوئی اور پلان کسی وزیر نے بنایا تو مشکل پڑ جائے گی ۔ آخر شاستری جی سے کوئی پلان منسوب ہوا تو کیا کریں گے ۔

انگریزی اخبار نویسوں کو بڑی آسانی ہے ۔ اردو کے اخبار نویسوں کو بھی اس سلسلے میں کچھ آزادی دینی چاہیے ۔ کم سے کم نہرو کی تقلید کے لیے نہرو آنا کہنے میں کیا حرج ہے ۔

کُل ہند اُردو کانفرنس جے پور

۱۹۶۲ء

انجمن کی کل ہند اردو کانفرنس ۲ ، ۳ ، ۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو جے پور میں ہو رہی ہے ۔ پروگرام اور دیگر تفصیلات ہماری زبان میں اور علٰحدہ سے ایک پمفلٹ میں شایع ہو چکی ہیں ۔

اُردو کتابوں کی دوکانیں

جو اردو پبلشر اور تاجر کتب اپنی دوکانیں کانفرنس کے احاطے میں لگانا چاہتے ہیں انھیں ۸ × ۱۰ فٹ زمین کا ایک کرہ یا ایک کان کے لیے دیا جا سکے گا ۔ اگر دوکان ترپال کی بنوائی جائے تو غالباً فی دوکان تیس روپے سے زیادہ صرفہ نہ آئے گا ۔ بجلی کا انتظام بھی رہے گا ۔ دوکان کے تین کارکنوں کو ریلوے کنسیشن فارم دیا جائے گا ۔ قیام و طعام کا انتظام وہ اپنی طور پر خود کریں گے ۔ البتہ مجلس استقبالیہ سستا اور اچھا انتظام کرنے میں مدد دے گی ۔

فرنیچر حسبِ ضرورت مناسب کرایہ پر مل سکتا ہے ۔

جن حضرات کا ارادہ دوکان لے جانے کا ہو براہِ کرم مرکزی دفتر انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے خط و کتابت کرکے تفصیلات معلوم کر لیں ۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۲ء سے پہلے اپنے ارادے سے مطلع فرمائیں ۔ اس کے بعد موقع نہ رہے گا ۔

نمایندے

جن نمایندوں کی ڈیلی گیٹ فیس موصول ہو چکی ہے ، انھیں پہلی ستمبر ۱۹۶۲ء کے بعد رجسٹری سے ریلوے فارم ، تعارفی کارڈ اور ضروری کاغذات بھیج دیے جائیں گے ۔ جن شاخوں نے اب تک فیس نہ بھیجی ہو وہ عجلت فرمائیں ۔ یہ بات گشتیوں اور دوسری اطلاعات میں واضح کر دی گئی ہے کہ جس شاخ سے نمایندے آنا چاہیں ان کی شاخ کا ریاستی شاخ سے الحاق ضروری ہے ریاستی شاخ کی تصدیق پر شاخ اور اس کے نمایندے تسلیم کیے جائیں گے ۔

انجمن کا دفتر

مرکزی انجمن کا دفتر ستمبر کے آخری دنوں میں جے پور میں منتقل ہو جائے گا ۔ منتقلی کی اطلاع اخبار میں شایع ہو جائے گی ۔

موسم

اکتوبر میں جے پور کا موسم خوشگوار ہوتا ہے ۔ گرم کپڑوں یا گرم بستر کی ضرورت نہ ہوگی ۔ ایک دبیز چادر کافی ہوگی ۔

ریلوے کنسیشن

ریلوے نے ۳۰۰ کیلومیٹر سے زیادہ فاصلے کے لیے نصف کنسیشن منظور کیا ہے انجمن خط و کتابت کر رہی ہے کہ فاصلے کی قید میں کمی کی جائے کمی کی اطلاع ملتے ہی جو حضرات اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں انھیں ریلوے فارم بھیج دیا جائے گا ۔ اگر شرکت کرنے والے حضرات اپنے اسٹیشن سے جے پور کا فاصلہ بھی ہمیں لکھ دیا کریں تو ہمیں سہولت ہو جائے گی ۔

سید فضل المتین

جے پور کے اردو رسائل اور اخبارات
(ایک جائزہ)

میں موجودہ صوبہ راجستھان سے شائع شدہ اردو اخبارات اور رسائل پر مواد جمع کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اسے ایک کتابی شکل میں ترتیب دوں۔ میں نے راجستھان کے ہر شہر سے شائع شدہ رسائل و اخبارات کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لیا ہے۔ جس کی ابتدا شہر جے پور سے ہوتی ہے جو موجودہ صوبہ راجستھان کا صدر مقام ہے اور جہاں اکتوبر سنہ ۱۹۶۴ء کی ۲، ۳، ۴ تاریخوں میں کل ہند اردو کانفرنس کا انعقاد ہوا۔

(ف۔ م)

جے پور، ہندوستان کا نہایت خوب صورت اور حسین شہر ہے۔ یہ شہر جہاں آنے والے سیاحوں کی طرف سے داد و تحسین حاصل کرتا رہا ہے، وہاں اپنی تاریخی عظمت، ثقافتی زندگی اور صنعت و حرفت کے باعث بھی مشہور عالم رہا ہے اور بلاشبہ بلحاظ علم و فن یہ اپنی تاریخ بنیاد سے آج تک ایک خاص انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔

سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اردو کے صاحب کمال اور اہل قلم حضرات جے پور پہنچے اور ان کی خاص طور پر قدردانی کی گئی۔ سنہ ۱۸۴۹ء میں یہاں کی سرکاری زبان اردو تھی۔ اور دفتروں میں اس سے کام لیا جاتا تھا۔ جس کا سلسلہ سنہ ۱۹۴۹ء تک جاری رہا۔

سنہ ۱۸۶۶ء میں جے پور میں اردو کا پریس "خاور نور" قائم ہوا اور "نیر راجستھان" نامی اردو کا اخبار جاری ہوا۔ یہ پہلا اخبار اور پہلا پریس تھا۔

نیر راجستھان:- یہ اخبار ہفتہ وار شائع ہوتا تھا۔ اس کی ادارت حکیم سلیم خاں خستہ کے ذمہ تھی اور اب اس کے پرچے نایاب ہیں۔

۱؎ روداد "کل راجستھان اردو کنونشن جے پور صفحہ ۲۲ (از مضمون قاضی معراج دھولپوری مرحوم بعنوان ترقی اردو میں اہل راجستھان کا حصہ)

۲؎ روداد "کل راجستھان اردو کنونشن جے پور صفحہ ۵ (از مضمون ایس۔ ایم اسلام صاحب جے پوری، بعنوان راجستھان اور اردو)

۳؎ روداد "کل راجستھان اردو کنونشن جے پور صفحہ ۳ (از خطبہ صدارت راجہ امرناتھ صاحب اٹل)

۴؎ خطبات گارساں دتاسی صفحہ ۵۱۸ (مطبوعہ انجمن ترقی اردو سنہ ۱۹۳۵ء)

۵؎ تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۴۷ (مطبوعہ انجمن ترقی اردو سنہ ۱۹۵۸ء)

۶؎ حکیم سلیم خاں خستہ کے حالات کے لئے "تذکرہ شعرائے جے پور" کے صفحات ۴۰۷، ۲۰۸ نیز صفحات ۵۰۔ ۵ دیکھے جا سکتے ہیں۔

ہمارے پاس نیر راجستھان سے متعلق جو ذرائع ہیں وہ اس قدر محدود اور تشنہ ہیں کہ اس اخبار پر کسی قسم کا تفصیلی اظہار خیال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ پتہ چلتا ہے کہ حکیم سلیم خاں خستہ کے یہاں جو مشاعرے ہوتے تھے ان کا کچھ انتخاب نیر راجستھان میں طبع ہوتا تھا اور مختلف حضرات کی مکمل غزلیات بھی شریک اشاعت ہوا کرتی تھیں۔

البیان:- اغلباً سنہ ۱۸۸۶ء میں "البیان" جاری ہوا اس کی ادارت کے فرائض مولوی احتشام الدین شوکت انجام دیتے تھے۔ یہ تقریباً ایک ڈیڑھ سال تک جاری رہا۔ اور اب اس کے پرچوں کا دستیاب ہونا ناممکن ہے۔

تفریح احباب:- "تفریح احباب" یہ رسالہ سنہ ۱۹۱۰ء میں جاری تھا اور حضرت مضطر کاکوروی اس کو ترتیب دیتے تھے۔ بال چند پریس جے پور میں چھپتا تھا اشاعت کی تاریخ مقرر نہ تھی۔

۱؎ تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۵ (مطبوعہ انجمن ترقی اردو سنہ ۱۹۵۸ء)

۲؎ نیر راجستھان کا سنہ اجرا تذکرہ شعرائے جے پور میں سنہ ۱۸۸۹ء قرار دیا گیا ہے۔

"جے پور سے پہلا ہفت روزہ اخبار سنہ ۱۸۸۹ء میں "نیر راجستھان" نکلا۔"

(تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۴۷)

یہ سنہ اجرا راجہ امرناتھ صاحب اٹل کے بیان اور خطبات گارساں دتاسی کی درج ذیل عبارت کی روشنی میں قطعاً غلط ثابت ہوتا ہے۔

"نیر راجستھان" یہ اخبار راجپوتانہ میں شہر جے پور سے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ میرے نوجوان دوست۔ ای۔ ایچ۔ پامر کی عنایت سے اس کے چند نمبر مجھے حاصل ہو گئے۔۔۔۔۔۔"

یہ عبارت "سولہواں خطبہ" بابت ۴ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ء سے لی گئی ہے۔ مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ "نیر راجستھان" سنہ ۱۸۶۶ء میں نکل چکا تھا۔

۳؎ تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۴

۴؎ مولوی احتشام الدین شوکت کے حالات کے لئے "تذکرہ شعرائے جے پور" کے صفحات ۲۹۵ تا ۲۹۹ دیکھے جا سکتے ہیں۔

۵؎ جائزہ زبان اردو صفحہ ۷۳ (مطبوعہ انجمن ترقی اردو سنہ ۱۹۳۲ء)

۶؎ تفریح احباب کے لئے صاحب تذکرہ شعرائے جے پور لکھتے ہیں "سنہ ۱۹۱۲ء یا اس سے کچھ پہلے یا پیچھے ایک رسالہ "تفریح احباب" نامی "بزم احباب" کی جانب سے جاری ہوا۔ یہ چھپتا نہ تھا بلکہ کئی نقلیں اس کے مضامین کی کر لی جاتی تھیں۔ بزم احباب کے ممبروں کو تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ محاضرات بہت مختصر اس کے ممبروں اور چند دیگر اصحاب تک محدود تھا۔ (تذکرہ صفحہ ۷۰)

صاحب تذکرہ نے سنہ ۱۹۱۲ء کی صراحت کے ساتھ "کچھ پہلے یا پیچھے" کہہ کر بات کو الجھا دیا ہے اور اس کے متعلق دیگر تفصیلات بھی غیر تسلی بخش طریقہ پر بلا کسی ماخذ کے دی ہیں، جو یقیناً تمام تر غلط بیانی پر مبنی ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰)

المعلومات۔ یہ[۱] رسالہ ۱۸۹۹ء میں جاری تھا اور اس کے اڈیٹر مولوی ولایت احمد صاحب[۲] مترجم خدیم ہندوستان کی تہذیب (مرحوم تھے۔ ہر ماہ پابندی وقت کے ساتھ[۳] باقاعدہ اشاعت ہوتی تھی۔ اہل علم کو اس سے کافی دلچسپی تھی۔ اُس[۴] کے متفرق پرچے کہیں کہیں نظر پڑ جاتے ہیں۔

پتہ نہیں یہ متفرق پرچے کن حضرات کی تحویل میں ہیں؟ اگر کوئی واقف کار موجودہ شماروں پر تفصیلی روشنی ڈالے تو بہت سی باتوں کا علم ہو سکتا ہے

قوم :- صاحب جائزہ لکھتے ہیں۔

یہ[۵] رسالہ ۱۹۰۲ء سے جاری ہو کر ۱۹۰۶ء تک باقی رہا۔ اس کو مولوی اساس الدین تسنیم ترتیب دیا کرتے تھے۔ ماہانہ رسالہ تھا اور ابتداء میں سی۔ جی پریس جے پور میں اور اس کے بعد قوم پرنٹنگ پریس۔ (جے پور) میں چھپتا رہا۔ زیادہ تر ادب واخلاق اس کا موضوع تھے۔

اور اس کے متعلق کچھ تفصیلات " دکن ریویو[۶] " بابت ماہ مئی جون جولائی اور اگست ۱۹۰۴ء کے حصہ اشتہارات کی مندرجہ ذیل عبارت سے ملتی ہیں

قوم

یہ رسالہ جنوری ۱۹۰۲ء سے ماہوار جے پور سے شائع ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کی ظاہری حالت میں بہت کچھ اصلاح اور تغیر و تبدل ہوا اب جنوری ۱۹۰۴ء سے ۱۸-۲۲ تقطیع کے عمدہ سیرامپوری کاغذ پر ۱۶ صفحہ ماہوار علاوہ ٹائٹل شائع ہوتا ہے۔

تہذیب۔ اخلاق۔ اصلاح تمدن۔ ترقی قومی اس کے خاص مقاصد ہیں چونکہ اس رسالہ کے جاری کرنے سے کوئی تجارتی فائدہ اٹھانا منظور نہیں ہے۔ اس لئے اس کی قیمت بہت ہی کم مقرر کی گئی ہے یعنی شہر جے پور میں رہنے والوں سے آٹھ آنہ سالانہ اور بیرونجات سے مع محصول ڈاک ۱۲ آنہ سالانہ قیمت پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کا ایک پرچہ درخواست آنے پر مفت بھیجا جاتا ہے۔ چند خاص شرائط پر جو خط وکتابت سے طے ہونگے۔ اس مقررہ قیمت میں تخفیف کی جاتی ہے۔

رسالہ قوم پر ملک کے اکثر اخبارات اور رسائل نے عمدہ ریویو کئے ہیں۔ تمام درخواستیں اس پتہ پر ہوں۔

منیجر رسالہ " قوم " جے پور (راجپوتانہ)

مزید اس کے متعلق کچھ نئی باتوں کا انکشاف " صاحب تذکرہ " کی درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے۔

ماہنامہ[۷] " قوم " ۱۹۰۱ء میں جاری ہوا۔ اس کے اڈیٹر مولوی اساس الدین احمد تسنیم تھے۔ یہ ۱۹۱۹ء تک چلتا رہا۔ اگرچہ درمیان میں کئی بار بند ہوا اور پھر جاری کیا گیا مضامین معیاری ہوتے تھے اور اشاعت بھی خاصی تھی۔ تاہم اتنی نہ تھی کہ اپنا کفیل خود ہو سکے۔ اس کے دو مکمل سیٹ میرے پاس محفوظ تھے۔ ایک کو میرے ایک عزیز نے ضائع کیا۔ اور دوسرا ایک کرم فرما برائے مطالعہ لے گئے اور ضائع کر دیا۔

صاحب تذکرہ کی خط کشیدہ عبارت سے جہاں ہمیں چند اہم اور نئی باتوں کا علم ہوتا ہے وہاں ہم ان کے بتائے ہوئے سنہ اجراء ۱۹۰۱ء اور سنہ خاتمہ ۱۹۱۹ء سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ چونکہ ہمارے پاس " صاحب جائزہ " اور " دکن ریویو " کی یہ شہادت موجود ہے کہ " قوم " کا اجراء ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ اور " صاحب جائزہ " کے قول کے مطابق وہ ۱۹۰۶ء تک باقی رہا۔

کاش کہ صاحب تذکرہ " کے پاس " قوم " کے دونوں مکمل سیٹ محفوظ رہتے اور اسپر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی۔ (بقیہ صفحہ ۸ پر)

(نوٹ بقیہ صفحہ ۳ کا) چونکہ یہ بات واضح ہے کہ تذکرہ کا سنہ اشاعت ۱۹۸۵ء ہے اور جائزہ کا سنہ اشاعت ۱۹۶۷ء یعنی جائزہ کو تذکرہ پر ۱۸ سال کی قدامت حاصل ہے اور جائزہ کا کام انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام اس کے نمائندہ خصوصی جناب سید مظہر ہاشمی کے ذریعہ نہایت ذمہ داری سے کیا گیا تھا

[۲] جائزہ زبان اردو صفحہ ۳۵

[۳] مولوی ولایت احمد کے درج ذیل حالات دستیاب ہوتے ہیں۔

" مولوی صاحب شیخ نیاز علی پریشاں کے صاحبزادے تھے اور ابتدائی عمر میں علمی شغل کرتے تھے۔ مگر عرصہ دراز سے شعر گوئی سے نفرت ہو گئی تھی۔"

(تذکرہ شعرائے جے پور۔ صفحہ ۱۳)

[۳] تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۴۷

[۴] جائزہ زبان اردو صفحہ ۳۵

[۵] المعلومات کے لئے صاحب تذکرہ لکھتے ہیں

" اغلباً ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں ...... المعلومات ...... جاری کیا "

(تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۴۷)

اور صاحب جائزہ لکھتے ہیں

" یہ رسالہ ۱۸۹۹ء میں جاری تھا "

(جائزہ زبان اردو صفحہ ۳۵)

" جاری تھا " کی وضاحت کے بعد " اغلباً " کے ساتھ " جاری ہوا "

کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے۔ مگر سنہ اجراء کا مسئلہ بہرحال حل طلب ہے؟

[۶] مولوی اساس الدین تسنیم کے حالات کے لئے تذکرہ شعرائے جے پور کے صفحات ۱۰۸ تا ۱۱۰ دیکھے جا سکتے ہیں۔ [۶] دکن ریویو حیدرآباد (دکن) سے مشہور صحافی ظفر علی خاں (بقیہ نوٹ کالم نمبر ۱)

(بقیہ نوٹ کالم نمبر ۱) کی ادارت میں نکلتا تھا اسکے متعلق درج ذیل مضامین دیکھے جا سکتے ہیں

(۱) ظفر علی خاں اور دکن ریویو از خاجہ حمید اورنگ آبادی بابت یکم دسمبر ۱۹۶۹ء ہماری زبان علی گڑھ

(۲) رسالہ دکن ریویو از نصیر الدین ہاشمی بابت یکم فروری ۱۹۷۱ء " ہماری زبان " علی گڑھ

(۳) رسالہ دکن ریویو۔ از محمد بشیر الحق دسنوی بابت ۲۲ اپریل ۱۹۷۲ء " ہماری زبان " علی گڑھ

[۷] تذکرہ شعرائے جے پور صفحات ۴۷-۴۸

غزلیں

سلام ساگری

گلشن میں کوئی گل نہ کھلا ہم نے سنا ہے
کانٹوں میں ہے دامانِ صبا ہم نے سنا ہے

تم ہو گئے بے وجہ خفا ہم نے سنا ہے
کچھ تم نے کہا ہے ابھی کیا ہم نے سنا ہے

اس انجمنِ ناز کا ماحول ہے کچھ اور
بے جرم بھی ملتی ہے سزا ہم نے سنا ہے

اپنی نگہِ ناز سے جو تم نے پلایا
قاتل ہے وہی آبِ بقا ہم نے سنا ہے

گلزار میں ہنستے ہوئے چہروں پہ نہ جاؤ
ہر گل ہے کوئی زخم نما ہم نے سنا ہے

جس زاویۂ لطف سے تم دیکھ رہے تھے
وہ زاویہ تبدیل ہوا ہم نے سنا ہے

ہے جی میں کہ ہم بھی یہ کبھی تجربہ کر لیں
ہر شخص کی سنتا ہے خدا ہم نے سنا ہے

کہتے ہیں دو طرفہ ہوا کرتی ہے محبت
اب تم نے سنا ہے یہ یا ہم نے سنا ہے

ممکن ہے سلام اس کا بھی کچھ تجربہ ہو جائے
آسان ہوئی راہِ وفا ہم نے سنا ہے

عنوان چشتی

برقِ احساس جو لہرائے تو کچھ شعر کہوں
دور تک میری نظر جائے تو کچھ شعر کہوں

دلِ ناداں کی اداسی نہیں دیکھی جاتی
میری تنہائی غزل گائے تو کچھ شعر کہوں

سات رنگوں کی دھنک جیسے چھلک رہ جائے
یوں ترے لب پہ ہنسی آئے تو کچھ شعر کہوں

تیری زلفوں سے سوا ہیں مری تقدیر میں بل
ایک بھی ان میں سنور جائے تو کچھ شعر کہوں

تیری بیباک نگاہی کی قسم جانِ بہار
زندگی مجھ سے نہ شرمائے تو کچھ شعر کہوں

ابھی کم کم ہے ترے قرب کی خوشبوئے وفا
زندگی اور مہک جائے تو کچھ شعر کہوں

ابھی احساسِ جدائی میں کمی ہے عنواں
دردِ دل آنکھوں میں لہرائے تو کچھ شعر کہوں

آزاد گلاٹی

اس رنگ تری زلفوں کی آنچ نہ مہک جائے
دیوانہ ہو دل میرا ممکن ہے بہک جائے

تم دوسری راہوں پہ چلتے ہو نکالو دل کو
ایسا نہ ہو راہوں میں آواز بھٹک جائے

وہ حسن عطا کر اب تو میرے تخیل کو
الفاظ کے سانچے سے جس کی پھبک جائے

اے دورِ خزاں اتنے کھائی ہے قسم شاید
غنچہ نہ چٹک جائے بلبل نہ چہک جائے

ان ہم سے باقی نہ کوئی وہ بھر سلام اٹھتا
جیسے کوئی شاخِ گل دہکے یہی لچک جائے

اب ساقیٔ رنگیں کا افسانہ نہ تم چھیڑو
ایسا نہ ہو دل پھر شعلہ سا لپک جائے

زنجیرِ تمنا کی جھنکار کا رسیا ہوں
اب ایسے ہی نغموں کی کانوں میں کھنک جائے

آزاد اسے وحشت اتنی تو نہ ڈال اس میں
ایسا نہ ہو ہستی کا پیمانہ چھلک جائے

علامہ مظہری کے لئے وظیفہ

اردو کے مشہور و معروف شاعر اور پٹنہ یونیورسٹی کے قدیم پروفیسر علامہ جمیل مظہری کو یونیورسٹی گرانٹ کمیشن نے ریسرچ کے لئے سالانہ چھ ہزار روپیوں کی اسکالرشپ کی پیشکش کی ہے۔ علامہ موصوف آئندہ جنوری میں پٹنہ یونیورسٹی شعبۂ اردو سے ریٹائر ہو رہے ہیں۔ اور یہ اسکالرشپ ایسے ہی کسی ریٹائرڈ پروفیسر کو دی جاتی ہے۔

اسکالرشپ کی یہ رقم پنشن سے سوا ہوتی ہے تاکہ یہ لائق ریٹائرڈ عالم اپنے تحقیقی کام کو جاری رکھ سکیں۔ (خلافت بمبئی)

پنڈت نہرو پر یادگاری کتابیں

جواہر لال نہرو یادگار کتاب کمیٹی ۱۴ر نومبر کو ایک عام تقریب میں پنڈت نہرو پر یادگاری کتابیں پیش کرے گی۔

یہ فیصلہ کل یہاں کمیٹی کے ایک جلسہ میں ہوا جس کی صدارت نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین کر رہے تھے۔ اس جلسہ میں وزیر اعظم شاستری، ڈاکٹر سی۔ ڈی۔ دیش مکھ، مسٹر جے رام داس دولت رام اور کمیٹی کے کنوینر مسٹر شری مین نرائن موجود تھے۔

ان میں سے ایک یادگار کتاب میں صرف تصویریں ہوں گی اور دوسری کتاب کا نام ابھرتی ہوئی دنیا ہے جس میں دنیا کے تقریباً ۳۰ مدبروں اور عالموں کی تخلیقات ہیں جن میں صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن، نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین، اچاریہ ونوبا بھاوے راجہ جی، لارڈ اٹیلی، پروفیسر ایل۔ پالنگ، مسز وائلٹ بونہم کارٹر، پروفیسر ٹوئن بی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ (قومی آواز لکھنؤ)

ساہتیہ اکاڈمی میں اندرا گاندھی کی شمولیت

مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات مسز اندرا گاندھی کو ساہتیہ اکاڈمی کے انتظامیہ بورڈ میں مرکزی حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا ہے۔ (نیشنل ہیرالڈ، لکھنؤ)

انتخاب انجمن شاخ گلبرگہ

انجمن ترقی اردو (شاخ) گلبرگہ کے انتخابات برائے سال ۶۶-۱۹۶۵ء کے تحت جناب محمد عبد الرحیم صاحب آرزو ایڈوکیٹ صدر، جناب بھوج راج صاحب ایڈوکیٹ نائب صدر اور جناب راجی قریشی صاحب ایم۔ اے معتمد بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔

اراکین عاملہ کی نامزدگی عنقریب عمل میں آئے گی۔

نادم سیتاپوری

اقبال کی چند سطریں

غالب کی طرح ڈاکٹر اقبال کے تبرکات کا کافی ذخیرہ "اقبالیات" میں گراں قدر اضافہ کر چکا ہے پھر بھی تلاش و جستجو کی راہیں مسدود نہیں ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کے ایسے ہی دو خطوط کی چند سطریں ماہنامہ "مرقع" لکھنؤ کے پہلے شمارے میں اب سے تقریباً اڑسٹھ سال قبل شائع ہوئی تھیں جو غالباً ان تبرکات میں اضافہ ہوگا۔ اور "اقبالیات" سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بہر نوع مفید اور کارآمد۔

لکھنؤ کا خاک خمیر شعر و ادب کے لئے کتنا ہی زرخیز کیوں نہ ہو؟ صحافت کے لئے ہمیشہ سنگلاخ اور بنجر رہا۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں آج تک کوئی معیاری ماہنامہ یا اخبار جیسا چاہیے سرسبز نہ ہو سکا۔ "اودھ اخبار" کو چھوڑ کے جو منشی نولکشور مرحوم کی خوش بختی اور خلوص کے سہارے ۱۸۵۸ء سے لیکر ۱۹۵۰ء تک جاری رہا۔ "اودھ پنچ" نے بھی تقریباً ساٹھ سال کی عمر پائی۔ پہلا سنبھالا ۱۸۷۷ء میں منشی سجاد حسین کی وفات کے بعد لیا۔ پھر ۱۹۳۶ء میں حکیم ممتاز حسین عثمانی کی رحلت کے بعد قریب قریب ختم ہی ہو چکا تھا کہ راجہ صاحب محمود آباد نے سہارا دیا۔ چند سال تک عثمانی مرحوم کے صاحبزادے چلاتے رہے لیکن ان کی جواں سال موت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ "دلگداز"، "اودھ ریویو"، "تفریح"، "الناظر"، "معیار"، "ادب"، "مجھر" وغیرہ اسی لکھنؤ نے سیکڑوں ادبی ماہنامے جنم دئے مگر کتنے دنوں جاری رہے؟ دو چار سال، دس پندرہ برس زیادہ سے زیادہ پچیس تیس سال — وہ بھی مشکل سے! نیاز فتح پوری کا "نگار" البتہ تقریباً چالیس برس تک لکھنؤ سے نکلتا رہا۔ ابھی دو تین سال ہوئے پاکستان ہجرت کر گیا۔

"مرقع" جنوری ۱۹۲۶ء میں اسی لکھنؤ سے نکلا تھا اور اپنے عہد کے ان چند گنے چنے رسائل میں شمار کیا جاتا تھا جو اس صدی کی تیسری دہائی میں جاری ہوئے تھے۔ رام پور کے ماہنامہ "نیرنگ" کی طرح اس کی بھی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ اس نے بہت سے ادیبوں، شعراء اور نامور ارباب قلم کی تحریرات کے عکسی فوٹو شائع کر کے بہت سے علمی آثار و شواہد کو محفوظ کر دیا۔ اور کم و بیش یہی خصوصیت "مرقع" کے ایک دوسرے معاصر ماہنامہ "خیابان" لکھنؤ کو بھی حاصل تھی جسے سید شہنشاہ حسین ایڈوکیٹ مرحوم نے جاری کیا تھا۔

مرقع کے بانی، موسس، ایڈیٹر اور سب کچھ سید مقبول حسین وصل بلگرامی مرحوم تھے جن کا اصل وطن تو ضلع سیتاپور کا ایک چھوٹا سا گاؤں "گوڑیاسو" (تحصیل مصرکھ) تھا لیکن انہوں نے شہرت ہوا کی "بلگرامی" کی نسبت سے [illegible] ان کا ننہال تھا۔ وصل مرحوم بڑے ہی دلچسپ، ذہین اور جوڑ توڑ کے آدمی تھے گورکھپور کے امراء و رؤساء کے تعاون و اشتراک سے انہوں نے گونڈہ میں "مقبول المطابع" کے نام سے ایک پریس قائم کیا لیکن جب نیاز فتح پوری نے "نگار" کو بھوپال سے لکھنؤ لانے کا پروگرام بنایا تو یہ اپنے "مقبول المطابع" کو لیکر لکھنؤ آگئے۔

نیاز فتح پوری اور وصل مرحوم کے لکھنؤ آجانے کے بعد یہاں کی ادبی زندگی میں ایک نئی چہل پہل شروع ہوئی۔ مولانا عبد الباری آسی مرحوم پہلے ہی لکھنؤ کو اپنا وطن بنا چکے تھے۔ روزانہ ہونے لگے ادبی مباحثے، شعر و فن کے چرچے — اور سب سے زیادہ دلچسپ وہ صحبتیں جن میں مولانا آسی آئے دن غالب کا "تازہ کلام" سنایا کرتے تھے!

ماہنامہ "مرقع" کے اجراء (جنوری ۱۹۲۶ء) سے قبل وصل مرحوم نے ہندوستان کے تقریباً سبھی چوٹی کے لکھنے والے ادیب اور شعراء سے رابطہ قائم کیا تھا! "مرقع" کے قلمی اور مالی معاونین میں جہاں گورکھپور کے رؤساء اور یوپی کے تمام بڑے بڑے لوگوں کے نام نظر آتے ہیں وہاں ڈاکٹر اقبال، عزیز لکھنوی، احسن مارہروی، عزیز لکھنوی، جوش بلگرامی، فراق گورکھپوری، مولانا عبد الماجد دریابادی، ادیب لکھنوی اور صدق جائسی وغیرہ کے نام بھی شامل ہیں۔ اس شمارے کے لئے جو غیر مطبوعہ نظمیں حاصل کی گئی تھیں ان میں لسان القوم صفی لکھنوی، [illegible] محمود [illegible]۔ لسان الہند عزیز لکھنوی، جگر بسوانی اور واسطہ بیدواری کی اردو و فارسی نظمیں اور مسدس اہم مقام رکھتے ہیں۔ اسی پہلے شمارے کے لئے وصل مرحوم نے ڈاکٹر اقبال مرحوم سے سرورق پر لکھنے کے لئے ایک شعر کی فرمائش کی تھی جس کا چند سطری جواب اپنے نوٹ کے ساتھ "شکریہ" کے زیر عنوان وصل مرحوم نے اسی جنوری ۱۹۲۶ء کے شمارے میں شائع کیا ہے۔ وصل مرحوم لکھتے ہیں:۔

یک منشور بیک نعمت، یکے منت دیگر شکر
صد شکر کہ تقدیر چنیں راند قلم را

.... نہایت ادب اور دلی خلوص کے ساتھ سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے میری ناچیز استدعا پر "مرقع" کے لئے کسی نہ کسی قسم کی امداد فرما کر میری ہمت افزائی کی۔

اس عنوان کے تحت میں عالی جناب علامہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ بالقابہ بیرسٹر ایٹ لا لاہور کے نام نامی سے ابتدا کرتا ہوں جنہوں نے اپنا ایک شعر خاص "مرقع" کے لئے عطا فرمایا ہے۔

جناب ممدوح کا گرامی صحیفہ ذیل میں درج ہے:۔

لاہور ۵ نومبر ۱۹۲۵ء

مخدومی ... ایک شعر حاضر ہے۔ معلوم نہیں سرورق کے لئے موزوں ہوگا یا نہیں؟

ندارد عشق سامانے ولیکن پیشہ دارد
شگاف سینہ گیسا رد پاک خون پرویست
محمد اقبال

اقبال کا یہ شعر ان کے کس مجموعہ میں شامل ہے؟ میں نہیں عرض کر سکتا! ہو سکتا ہے کہ کسی بھی مجموعہ میں شامل نہ ہو؟ اور اس اعتبار سے اسے کچھ زیادہ اہمیت حاصل ہو؟

"مرقع" کے اسی شمارے میں آرٹ پیپر پر ایک ورق عکس تحریر کا ہے جس میں پہلے صفحہ پر ڈاکٹر اقبال کی ایک تحریر کا فوٹو ہے۔ اس کا عنوان "افکار رنگ" دیا گیا ہے اور اس کے نیچے لکھا ہوا ہے۔

عکس تحریر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم۔ اے۔

بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور۔

۲۔ پھر اس کے بعد اقبال کے قلم سے لکھے ہوئے یہ تین شعر اور صرف ایک سطر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وصل مرحوم نے ڈاکٹر اقبال سے اشاعت کے لئے ان کے کلام کی بھی فرمائش کی تھی ۔۔۔ وہ انھیں دنوں ڈاکٹر اقبال کے دانتوں میں درد تھا چنانچہ وصل نے اپنے خط میں مزاج پرسی بھی کی تھی جس کا شکریہ اقبال نے ادا کیا ہے۔ اس مختصر خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے سرورق کے لئے جو شعر پہلے بھیجا تھا وہ وصل کو پسند نہیں آیا اس لئے اقبال نے ایک دوسرا شعر لکھا کہ شاید یہ موزوں ہو؟ اس تحریر پر کوئی تاریخ نہیں ہے۔

گفتند وں از او کہ پر بستہ نکو تر
گفتم کہ ز بند دو جہاں رستہ نکو تر
گفتند ز خلوت کدہ خویش برون تاخت
گفتم شرر جستہ ز نا جستہ نکو تر
گفتند کہ در بارہ او چیزے دگر گوئے
گفتم چو گل از باد صبا خستہ نکو تر
اقبال

دانت کے درد سے افاقہ ہے۔ ہمدردی کا شکریہ قبول فرمائیے۔ ٹائٹل پیج کے لئے شاید یہ شعر موزوں ہو۔

تا تو بیداری شوی نالہ کشیدم ورنہ
عشق کارے است کہ بے آہ و فغاں نیز کنند

وصل کو یہ شعر بھی پسند نہیں آیا۔ فہرست والے صفحہ پر مندرجہ ذیل شعر لکھا جاتا تھا۔

جہاں مرقع تصویر حسن ادست
بوجہ تو کہ بمند م دل از کہ بر دار م

> **ضروری اطلاع**
>
> "ہماری زبان" سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔

مدراس میں قوانین کا تامل ترجمہ

ریاستی حکومت اسمبلی کے پاس کردہ مختلف قوانین کو تامل زبان میں ترجمہ کرانے کے لئے ضروری اقدامات کر رہی ہے۔ یہ کام مترجموں کی ایک جماعت کو سونپا گیا ہے جسے انگریزی اور تامل دونوں زبانوں پر پورا پورا عبور ہے۔ ایک اسپیشل آفیسر مقرر کیا گیا ہے جو یہ دیکھے گا کہ ترجمہ صحیح ہو۔

ایک کمیٹی قانونی اصطلاحات تیار کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ یہ کام جزوی طور پر ہو گیا ہے۔ اصطلاحات کی جو ڈکشنری تیار ہوگی اس کی وجہ سے کالجوں میں تامل کو ذریعہ تعلیم بنانے میں مدد ملے گی۔ (قومی آواز لکھنؤ)

خطاطی کے تحفظ کے لئے ادارہ

گورنر گجرات نواب مہدی نواز جنگ نے ادارہ تحفظ و اشاعت فن خطاطی کا مسجد افضل گنج میں افتتاح کرتے ہوئے شہر حیدرآباد کو اس قدیم فن کا ایک اہم مرکز قرار دیا۔

انھوں نے توقع ظاہر کی کہ ماضی کے اس عزیز سرمایہ کو ضائع ہونے نہیں دیا جائیگا یہ ایک قدیم فن ہے اس کی حفاظت بہرصورت کی جانی چاہئے۔ بالواسطہ اس کا تعلق قدیم ثقافت اور قدیم روایات سے ہے۔

وزیر داخلہ نواب میر احمد علی خاں نے جو جلسہ کی صدارت کر رہے تھے کہا کہ اس فن میں کام کرنے والوں کے لئے روزگار کے وسیع ذرائع پیدا کئے جائیں تاکہ ان کی نئی نسل اس فن کو اختیار کرنے پر مائل ہو سکے بانی ادارہ شیخ عبد القادر محمود ی نے نواب صاحب کا خیر مقدم کیا۔ (خلافت بمبئی)

جے پور کے اُردو رسائل اور اخبارات

"صاحب تذکرہ" نے ایک جگہ ایک مشاعرہ کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے "قوم" میں اس کی مختصر سی روداد اور چند اشعار چھپے تھے مگر وہ رسالے اب ناپید ہیں۔ چند نمبر منشی معین الدین قریشی کے پاس نظر پڑے مگر ان میں وہ نمبر نہ تھا، کہ جس میں اس مشاعرہ کا حال چھپا تھا۔

مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں یہ پتہ چلتا ہے کہ "قوم" کے شمارے ناپید نہیں ہیں بلکہ منشی معین الدین قریشی کے پاس چند نمبر موجود ہیں۔ اگر کوئی صاحب ان موجود نمبروں کا تعارف کرائیں تو بڑا کام ہو۔

المصباح:۔ یہ رسالہ ۱۹۰۵ء میں جاری تھا اور رفاہی پریس دہلی میں چھپ کر جے پور سے ماہانہ اشاعت ہوا کرتی تھی۔ ایڈیٹر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔[3]

الکمال:۔ صاحب تذکرہ لکھتے ہیں۔

"ماہنامہ "الکمال" اس کا پہلا پرچہ جون ۱۹۱۰ء میں نکلا حکیم سید واحد علی خاں مسیح اور منشی عبدالحمید اخگر اس کے ایڈیٹر تھے اغلباً تین سے زیادہ نمبر نہ نکلے تھے کہ بند ہو گیا۔

صاحب جائزہ تحریر فرماتے ہیں۔

یہ رسالہ ۱۹۰۶ء میں جاری تھا اور حکیم واحد علی خاں صاحب اور منشی عبدالحمید اخگر اس کو مرتب کرتے تھے۔ احمدی پریس علی گڑھ میں چھپا کرتا تھا۔

پتہ نہیں حکیم واحد علی صاحب کا تخلص مسیح تھا یا نہیں؟ اور وہ سید تھے یا خان؟ اور اغلباً کی روشنی میں "الکمال" کے تین نمبر نکلے یا زیادہ؟۔۔ ان سوالات کے جوابات اور دیگر معلومات کے لئے ہمارے پاس فی الحال کوئی ذریعہ نہیں ہے صرف تذکرہ شعرائے جے پور سے مزید یہ پتہ چلتا ہے۔

یہ مشاعرے موتی کٹلے میں ہوتے تھے اور انتخاب "الکمال" نامی رسالے میں چھپتا تھا۔

جوہر سخن:۔ "صاحب جائزہ" تحریر فرماتے ہیں۔

یہ ماہانہ رسالہ جنوری ۱۹۱۳ء میں جاری تھا۔ مولوی نظیر حسن تنہا مرحوم اسے مرتب کرتے تھے جے پور اور دیگر مقامات کے اچھے شعراء کا کلام شائع کرنا اس رسالے کی خصوصیات میں داخل تھا۔

صاحب تذکرہ لکھتے ہیں

ماہنامہ "جوہر سخن" یکم جنوری ۱۹۱۳ء سے جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مولوی سید نظیر حسن تنہا تھے۔ یہ رسالہ بزم ادب کا پرچہ تھا مگر سال بھر سے پہلے ہی بند ہو گیا۔

مندرجہ بالا عبارتوں کی روشنی میں "جوہر سخن" کا سنہ اجراء اس کے ایڈیٹر کا نام اور اس کی خصوصیات کا حال معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک سال کے اندر ہی بند ہو گیا مزید تفصیلات کے لئے ہمارے پاس فی الحال کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

شادماں:۔ صاحب جائزہ تحریر فرماتے ہیں۔

یہ رسالہ ۱۹۲۶ء کی فروری میں جاری تھا اور حکیم نور الحسین صدیقی کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ مطبع آگرہ اخبار میں چھپتا تھا صاحب تذکرہ لکھتے ہیں۔

ماہنامہ "شادماں" شاید ۱۹۲۵ء میں جاری ہوا۔ حکیم نور الحسین صدیقی اس کے ایڈیٹر تھے ۱۹۲۶ء یا ۱۹۲۷ء میں بند ہو گیا۔ ہو سکتا ہے "صاحب تذکرہ" کے قول کے مطابق شادماں شاید ۱۹۲۵ء میں جاری ہوا ہو۔ اور ۱۹۲۶ء یا ۱۹۲۷ء میں بند ہو گیا ہو۔ بہر حال صاحب جائزہ کے بیان کی روشنی میں یہ فروری ۱۹۲۶ء میں تو بہر صورت جاری تھا۔ اس پرچہ کی نوعیت، خصوصیت اور دیگر حیثیت سے متعلق کچھ کہنے کے لئے ہمارے پاس مندرجہ بالا عبارتوں کے علاوہ فی الحال کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔

مشیر راجستھان:۔ یہ مئی ۱۹۲۹ء میں جاری تھا حکیم نور الحسین صاحب صدیقی اس کو مرتب کرتے تھے۔ "مشیر راجستھان" پریس جے پور میں چھپتا تھا۔ اب یہ بند ہو چکا ہے۔

"تذکرہ شعرائے جے پور" سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامی مشاعروں کا انتخاب "مشیر راجستھان" میں چھپتا تھا۔ (باقی آئندہ)

---

1. تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۱۵
2. جائزہ زبان اردو صفحہ ۳۳
3. المصباح کے ایڈیٹر کے سلسلہ میں "صاحب جائزہ" "الاخلاق" کے ذکر میں لکھتے ہیں "غالب خیال یہ ہے کہ "المصباح" اور "الاخلاق" دونوں کو مولانا تسلیم ترتیب دیا کرتے تھے۔"

(جائزہ زبان اردو صفحہ ۳۳)

یاد رہے مولوی تسلیم "قوم" کے بھی ایڈیٹر تھے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے مولانا کے حالات کے لئے تذکرہ شعرائے جے پور کے صفحات ۹۰ تا ۹۳ دیکھے جا سکتے ہیں

4. تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۴۱ — عبدالحمید اخگر کے حالات کے لئے تذکرہ شعرائے جے پور کے صفحات ۳۹ تا ۴۰ دیکھے جا سکتے ہیں۔
5. جائزہ زبان اردو صفحہ ۳۳
6. تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۱۵ — جائزہ زبان اردو صفحہ ۳۳

7. نظیر حسن تنہا کے حالات کیلئے تذکرہ شعرائے جے پور کے صفحات ۱۵۲ تا ۱۵۵ دیکھے جا سکتے ہیں
8. تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۳۸
9. "بزم ادب" کے لئے تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۴۳ سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ اس کے صدر مولانا تسلیم تھے۔
10. جائزہ زبان اردو صفحہ ۳۷
11. جائزہ زبان اردو کا سنہ اشاعت ۱۹۳۳ء ہے جس کے معنی ہیں کہ "مشیر راجستھان" یا تو ۱۹۳۳ء سے پہلے ہی بند ہو گیا یا ۱۹۳۳ء میں بند ہوا۔
12. تذکرہ شعرائے جے پور صفحہ ۳۰

انجمن ترقی اردو دلّی شہر (قدیم) کی مجلس عاملہ کے فیصلے

انجمن ترقی اردو دلّی شہر (قدیم) کی مجلس عاملہ کا ایک اہم جلسہ تعلیمی سماجی مرکز بلیماران میں منعقد ہوا۔ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے صدارت کی ایجنڈے کے مطابق انجمن کے اجلاس جے پور سے متعلق پروفیسر آل احمد سرور صاحب کے مکتوب پر غور ہوا۔ طے ہوا کہ دلّی شہر سے جناب قمر قرشوری اور جناب گلزار دہلوی اجلاس جے پور کے لئے ڈیلی گیٹ ہوں گے۔ بعد ازاں ممبر سازی کے مسئلہ پر غور و فکر کے بعد اردو کے مسائل زیر بحث آئے سکریٹری بہار برنی نے ایجنڈا میں کہا کہ چونکہ دلّی میں اردو کے مسائل کا تعلق زیادہ تر دلّی شہر سے ہے اس لئے اس شاخ کو فعال ہونا چاہئے۔ بحث میں مفتی صاحب کے علاوہ ڈاکٹر تنویر علوی قمر قرشوری طالب دہلوی بیگم سیر شمیم احمد عزیز الرحمٰن جامعی نے حصہ لیا۔ پرائمری اور سکنڈری اسکولوں میں، اردو طلبہ کے داخلہ نصاب کی کتابوں کے حصول کثیر المقاصد اسکولوں میں سہ لسانی فارمولہ کے نفاذ اور دوسرے مسائل پر کھل کر مفید بحث ہوئی۔ طے ہوا کہ بالخصوص گرلز اسکولوں میں اردو کے مسائل کا فوری جائزہ لیا جائے علاقہ میں اردو کے متعلق عام رجحان کا جائزہ لینے کے لئے بھی ایک ٹھوس طریق کار طے کیا گیا۔

(سکریٹری بہار برنی)

کل راجستھان اردو سمپوزیم جودھپور

زیر سرپرستی ساہتیہ اکاڈمی د باہتمام انجمن ترقی اردو جودھپور

راجستھان ساہتیہ اکاڈمی کی سرپرستی میں زیر اہتمام انجمن ترقی اردو جودھپور، شہر جودھپور میں ایک شاندار "کل راجستھان اردو سمپوزیم" اور "آل انڈیا مشاعرہ" ۷، ۸، ۹ر نومبر ۱۹۸۲ء کو منعقد کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان اور راجستھان کے مشاہیر شعرا ادیب و مفکر اس شاندار سمپوزیم اور مشاعرہ میں شرکت فرما رہے ہیں۔ تقریباً ایک سو شعرا کے شریک ہونے کی توقع ہے اور اب تک مقالے کے موضوع "راجستھان میں اردو ادب کے سو سال" پر مقالہ پڑھنے کی درخواست ۲۲ ادبا سے کی گئی ہے جس کا موضوع ہے۔

"مجھ سے دیکھا نہ گیا حسن کا رسوا ہونا"

استدعا

مجھے اپنی زیر ترتیب کتاب "مکاتیب صدر یار جنگ" کی ترتیب کے سلسلے میں مشاہیر ادب (قدیم و جدید) کے ہر نوع اور ہر طرز کے مکتوبات کی ضرورت ہے۔ اس لئے مستدعی ہوں کہ وہ تمام حضرات جن کے پاس مشاہیر گرامی کے مکاتیب ہوں تعاون فرمائیں۔ جن حضرات کو اصل خطوط بھیجنے میں عذر و تامل ہو نقلیں مطابق اصل کے بنوائیں یا عکس اترواکر ارسال کریں۔

مراسلت کے پتے: محمد ضمان اللہ ندیم معرفت محمد علی اختر صاحب موضع بھپورہ، ڈاکخانہ بھوانی پور، براہ بھروارہ ضلع دربھنگہ، بہار یا محمد ضمان اللہ ندیم معرفت محمد حبیب الرحمٰن صاحب روم عطا قلعہ گھاٹ کالونی قلعہ گھاٹ، دربھنگہ، بہار۔

اردو کا ایک خاموش خادم

"ہماری زبان" کا شمارہ (یکم اگست) موصول ہوا آپ نے مندرجہ بالا عنوان سے میرا تعارف تعریف کے ساتھ کرایا ہے۔

من آنم کہ من دانم

تعریف کے قابل تو انجمن ترقی اردو ہند اور جامعہ اردو علی گڑھ کی خدمات ہیں یا پھر وہ مقامی حضرات ہیں جنھوں نے اردو کے اسکول کھلوا دیئے میرا کام تو صرف اس طریق کار سے مقامی حضرات کو آگاہ کرنا ہے جس سے کامیابی ہو سکتی ہے میرا تجربہ یہ ہے کہ لوگوں کو عام طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے اور مادری زبان بنانے کے لئے درخواست دے کر جسٹر میں اندراج کرایا جاتا ہے اس طرف توجہ دینے کی خاص ضرورت ہے اور اس کے لئے جگہ جگہ انجمن کی شاخیں قائم ہونی چاہئیں بہر حال میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں اس عنایت کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(اختر عالم زبیری مارہروی)

شکر و شکایت

ادھر ایک مدت کے بعد آپ کو یہ پوسٹ کارڈ لکھ رہا ہوں ہماری زبان کا ہر شمارہ باقاعدہ موصول ہو رہا ہے کچھ مضامین نظمیں غزلیں اچھی پڑھنے کے لئے ملے خاص طور سے ۸ر جولائی والے شمارے میں اسپینی ادب پر ایک مضمون کا ترجمہ جو کافی معلوماتی ہے۔ ایسے مضامین کے لئے اگر آپ جگہ دیتے رہیں تو زیادہ اچھا ہے۔

کچھ دن پہلے "معمہ" کے لئے ہماری زبان کا ایک صفحہ نذر کرنے کا خیال تھا۔ اس کا ایک نمونہ بھی نظر سے گزرا مگر یہ سلسلہ آپ نے بند کر دیا اچھا ہوا کیونکہ "ہماری زبان" جیسے جریدے کے لئے "معمہ" کچھ موزوں نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ نظم کے کالم ہی میں کچھ اضافہ کر دیجئے کچھ نئے تجربات کچھ نئے اور کو جگہ دیجئے اس طرف آپ کی بے رخی کچھ کھل رہی ہے۔

(اشفاق احمد غنی۔ گورکھپور)

مراسلات

سخنِ مختصر

۱۔ اگر آپ سے کوئی کہے کہ اردو کا مستقبل تاریک ہے تو اس سے پوچھیے کہ آیا وہ عالم غیب ہے۔

۲۔ کیا آپ نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ موجودہ اردو آبادی کی تیسری نسل کی لسانی حیثیت کیا ہوگی؟

۳۔ کیا یہ بات ہمیں خون کے آنسو رلانے کیلئے کم ہے کہ ناگری پرچارنی سبھا جیسی خاص علمی انجمن کے مقابل ہماری انجمن، اردو کا سوال لیکر آج کی گندی سیاست میں شانے تک ڈوب گئی ہے؟

۴۔ آپ نے اس پر بھی کبھی غور کیا ہے کہ ماں کی زبان کی زندگی اولاد کی لسانی پرورش پر منحصر ہے؟

۵۔ یاد رکھیے اللہ یہ کبھی نہیں مرتا بال بیان ضرور مرجاتی ہے اور زبان کی موت یوں واقع ہوتی ہے کہ اس زبان کی آبادی لسانی طور پر مرجاتی ہے سنسکرت کی مثال سامنے ہے۔

۶۔ کیا آپ کی نظر اس حقیقت پر نہیں پہنچی کہ تعلیم کی بنیاد پر اردو کا بائیکاٹ کر کے اردو آبادی کی لسانی موت، بلکہ لسانی قتل کیلئے راہ ہموار کی جارہی ہے؟

۷۔ کیا آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ اکثریت کی بڑھتی ہوئی لسانی توسیع پسندی نے اقلیتوں کی لسانی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیا ہے؟

۸۔ یاد رکھیے، ہندستانی زبانوں کو ایک رسم خط اور یہ رسم خط سوائے ناگری کے اور کچھ نہیں ہوسکتی (حالانکہ تنگ رسم خط ناگری ہی کہیں اچھا ہے) جیسے والی بات ایسی ہی ہے جیسے ہندوستان کے تمام باشندوں کی انگلیوں کا کاٹ کر سب کو ایک ہی قد کا بنا دیا جائے!

۹۔ دیکھیے "اردو کے لئے رو دیجئے مت: اردو کے لئے لڑیے!"

۱۰۔ اردو ادب دہریگی کی زبان ہے، اگر زبان اردو عوام کا ادب ہے، خدمت زبان کی کیجئے۔ (اقبال کرشن)

شکایات

اردو دشمنی

میں آپ کے اخبار کے ذریعہ اردو کنونشن اور انجمن ترقی اردو کے ذمہ داروں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ رامپور میں بیسک اسکولوں مکاتب اور پاٹھ شالاؤں کے بچوں کو تعلیم کے محکمہ کے ذریعہ کئی ہزار کی تعداد میں کورس کی کتابیں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ان ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہونے والی کتابوں میں اردو کی ایک کتاب بھی نہیں ہے۔ محکمہ تعلیم کا یہ طریقہ رامپور کے سرپرستوں پر ایک تازیانہ ہے اور اردو دشمنی کا ایک کھلا ہوا چیلنج ہے۔ اردو کی ترقی اور بہبودی کی خاطر گھر بیٹھے بیٹھے اتنے لمبے پوسٹر تقسیم کرنے یا اخبارات میں عوام سے اپیل کرنے سے مسائل خود بخود حل نہیں ہو جاتے اس کے لئے کچھ دوڑ بھاگ بھی کرنا پڑتی ہے کچھ قربانیاں بھی دینا پڑتی ہیں۔ کیا مذکورہ ذمہ دار حضرات محکمہ تعلیم کے اس فعل سے واقف ہیں اگر واقف ہیں تو انھوں نے اس سلسلہ میں اب تک کیا کیا۔ کیا بیسک اسکولوں میں اردو پڑھنے والے بچے نہیں؟ کیا ان کو اردو کی کتابوں کی ضرورت نہیں؟ کیا ان میں غریب بھی نہیں؟ جو ہندی کی طرح اردو کی کتابوں کو مفت حاصل کرنا چاہتے ہوں مزے کی بات یہ ہے کہ اسکولوں میں محکمہ تعلیم کی ہدایت کے مطابق بچوں کو کتابوں کی خریداری کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ لیکن اب اردو پڑھنے والے بچے کتنے مایوس ہوئے ہوں گے ان کو کتنا صدمہ پہنچا ہوگا۔ چھوٹے بچوں کے جذبات کا احساس کرنا ذرا مشکل ہے کیا اردو کنونشن اور انجمن ترقی اردو کے ذمہ داران اس سلسلہ میں کچھ کریں گے۔

(منو خاں۔ عبد الرحمٰن خاں رامپور) (منقول از ناظم رامپور)

ہندی کی ساٹھ ہزار کتابیں اور اردو کی صرف ۳۰۰ کتابیں تقسیم کی گئیں

محکمہ تعلیمات کی اردو دشمن پالیسی نمایاں ہوگئی

رام پور ۷ر اگست۔ ہمارے خصوصی نامہ نگار نے بتایا ہے کہ رامپور کے محکمہ تعلیمات کی جانب سے تمام بیسک اسکولوں پاٹھ شالاؤں اور مکاتب کے بچوں کو کورس کی کتابیں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ تقسیم شدہ کتابوں کی تعداد ۶۰ ہزار سے زیادہ ہے لیکن اردو کے حلقوں میں اس بات پر افسوس جاری کیا جا رہا ہے کہ ان کتابوں میں ۶۰ ہزار کتابیں ہندی کی ہیں اور صرف ۳۰۰ کتابیں اردو کی ہیں تقسیم کی گئیں۔ حالانکہ عام طور سے مکاتب میں اردو ہی پڑھائی جاتی ہیں۔ لیکن کتنا مضحکہ خیز ہے کہ مکاتب کو ہندی کی کتابیں دی گئی ہیں بیسک اسکول میں ایسے بچوں کی تعداد کافی ہے جن کی مادری زبان اردو ہے اور جو اردو ہی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ (منقول از ناظم رامپور)

دلّی یونیورسٹی میں سیمنار

۵ر اگست ۱۹۹۰ء کو شعبہ اردو شیفتہ کالج دلّی یونیورسٹی میں شام کو ۷ بجے ڈاکٹر محمد حسن صاحب کی صدارت میں ایک سیمنار منعقد ہوا جس میں اساتذہ کرام و طلباء نے شرکت کی۔

شریف احمد صاحب لکچرر شعبہ اردو شیفتہ کالج نے "شعور کی رو کی تکنیک" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا۔ اور افسانوی ادب میں اس تکنیک کے تعارف و استعمال کے بارے میں مغربی مصنفین کے خیالات پیش کیے۔

ڈاکٹر قمر رئیس جو حال ہی میں اپنے سفر سوویت روس سے واپس آئے ہیں اور وہاں گزشتہ دو سال سے "مہمان پروفیسر" کی حیثیت سے گئے ہوئے تھے فرمایا کہ۔ اردو میں سب سے پہلے سجاد ظہیر کی۔ "لندن کی ایک رات" اور "انگارے" کے افسانوں میں یہ تکنیک استعمال ہوئی۔ اس کے بعد احمد علی اور سب سے زیادہ حسن عسکری نے یہ تکنیک استعمال کی۔ پھر ممتاز شیریں کے یہاں بھی یہی تکنیک استعمال کی گئی۔ قرۃ العین حیدر کے افسانوں اور ناولوں میں بھی اسکو استعمال کیا گیا۔

آخر میں ڈاکٹر محمد حسن۔ ریڈر شعبہ اردو شیفتہ کالج نے تکنیک اور اس کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ بالخصوص ناولوں میں جو تکنیک استعمال کی جانی چاہیے۔ اس پر وضاحت سے بیان دیا سیمنار رات کے ساڑھے نو بجے ختم ہوا۔

انجمن فروغ اردو بھوپال کے عہدیدار

۵ر اگست ۱۹۹۰ء کو مندرجہ ذیل حضرات انجمن کے عہدیدار منتخب ہوئے۔

۱۔ زاہد علی خاں صاحب ۔ صدر
۲۔ فضل الرحمٰن ۔ نائب صدر
۳۔ محمد ادریس ۔ سکریٹری
۴۔ مفتی عنایت علی ۔ جوائنٹ سکریٹری
۵۔ قاسم نیازی ۔ خازن
۶۔ فاروق قمر ۔ سکریٹری

(سکریٹری)

لکھنؤ میں اہل قلم کی کانفرنس

یہاں ۹ر اکتوبر سے ۱۲ر اکتوبر تک اہل قلم کی ایک کانفرنس ہوگی جس میں مختلف موضوعات پر مباحث ہوں گے۔ اس کانفرنس میں بہت سے غیر ملکی ادیب اور صحافی بھی شامل ہوں گے۔ شکسپیر کی تحریروں کے بارے میں بھی تبادلہ خیالات ہوگا۔ اس دوران شیکسپیر کے کچھ ڈرامے اسٹیج کیے جائیں گے۔ (قومی آواز لکھنؤ)

انجمن شاخ ٹونک کی طرف سے یوم فضائی کا انعقاد

۸ر اگست ۱۹۶۲ء کو رات کے دس بجے ایک طرحی مشاعرہ بیادگار محمد حبیب اللہ خاں صاحب فضائی مرحوم، دفتر انجمن ترقی اردو ٹونک میں منعقد ہوا۔ مشاعرہ کی صدارت ٹونک کے بزرگ و کہنہ مشق استاد سخن جناب سید محمود الحسن صاحب صوکت نے فرمائی اور سکریٹری شپ کے فرائض جناب عماد الدین خاں صاحب فراز سعیدی نے انجام دیئے۔ مشاعرہ میں ٹونک کے شعراء نے بڑی کامیاب غزلیں پڑھیں۔

مشاعرہ کی کارروائی رات کے دو بجے تک کامیابی کے ساتھ جاری رہی۔ آخر میں فاتحہ خوانی کی گئی اور مولانا فضائی مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔

حضرت مولانا فضائی مرحوم، ٹونک ہی کی سرزمین کے ایک مایۂ ناز فرزند تھے، اور ٹونک کے ایک علمی خاندان کے فرد تھے۔ فضائی مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور اپنے ماموں محمد صابر خاں شاکر مرحوم سے حاصل کی تھی۔ فضائی کو حضرت عاشق ٹونکی اور علامہ سیماب اکبر آبادی سے تلمذ کا فخر حاصل تھا۔

مولانا فضائی، بڑے ذہین، طباع، بذلہ سنج، اور ظریف انسان تھے۔ وہ نہ صرف ایک اچھے شاعر، ایک جادو بیان مقرر اور ایک مشفق معلم ہی تھے۔ بلکہ ایک بہترین مضمون نگار، افسانہ نویس، اور ظریف کی حیثیت سے بھی متعارف تھے۔ عرصہ تک رسالہ کیفیت اجمیر کے مدیر رہے تھے۔ اجمیر اور ٹونک کی سیاسی، ادبی، اور قومی و مذہبی تحریکات میں آپ ہمیشہ بڑھ چڑھ کے حصہ لیتے رہے تھے۔ سیاسی تحریکات میں حصہ لینے کی وجہ سے آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں تھیں۔ اور شہر بدر بھی کئے گئے تھے۔

آپ نے ۲۰ر ستمبر ۱۹۶۰ء کو ٹونک میں انتقال کیا۔

(منظور الحسن برکاتی جنرل سکریٹری)

شبلی اکاڈمی کی جوبلی

سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب جوائنٹ سکریٹری دار المصنفین نے دہلی سے واپسی کے بعد ہمارے نامہ نگار کو بتایا کہ شبلی اکاڈمی کی جوبلی نومبر کے آخری ہفتہ یا دسمبر کے پہلے ہفتہ میں ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں ضروری اقدامات جلد شروع کر دیئے جائیں گے۔ امید ہے کہ نائب صدر ڈاکٹر ذاکر حسین کے علاوہ مرکزی و صوبائی وزراء، علمائے کرام اور عمائدین بڑی تعداد میں اس تقریب میں شرکت کریں گے۔ (قومی آواز لکھنؤ)

گونڈہ گرلس کالج میں اردو تعلیم کا مطالبہ

مقامی انجمن ترقی اردو کے ایک وفد نے لڑکیوں کے سرپرستوں کی طرف سے گورنمنٹ گرلس انٹر کالج کے ذمہ داروں سے مل کر ان کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی کہ کالج کی اردو خواں لڑکیوں کے لئے اردو پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

وفد میں مسٹر رام لعل گپتا، مولانا افضال الحق وغیرہ شریک تھے۔

(قومی آواز لکھنؤ)

مدرسہ نسواں شکر نگر میں اردو کی دسویں جماعت کا قیام

انجمن ترقی اردو شاخ بودھن و مرکزی انجمن ترقی اردو حیدر آباد اور مزدور سبھا شکر نگر کی انتھک پیروی و کوششوں کے نتیجہ میں مدرسہ نسواں شکر نگر میں اردو کی دسویں جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ انجمن ہذا ارباب تعلیم اور ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتی ہے جنھوں نے اس معاملے میں انجمن سے تعاون کیا۔

(مساوات حیدر آبادی معتمد)

اقبال کے کلام کا عربی ترجمہ

متحدہ عرب جمہوریہ کی وزارت ثقافت کے ترجمان اخبار نے تحریک کی ہے کہ متحدہ عرب جمہوریہ کی حکومت کو کلام اقبال کا عربی میں ترجمہ کرانا چاہئے" ان خیالات کا اظہار قاہرہ کے ہفت روزہ اخبار "الرسالہ" کے مدیر مسٹر احمد حسن الضیاء نے کیا ہے۔ الرسالہ متحدہ عرب جمہوریہ کی وزارت ثقافت و قومی رہنمائی کا ترجمان اخبار ہے۔ (مسلمان مدراس)

ذکی انور کے اعزاز میں نشست

ساز پبلشرز، رانچی کی جانب سے جناب ذکی انور کے اعزاز میں ایک ادبی نشست ہوئی۔ اس نشست میں جو افسانے پڑھے گئے ان کو ادارہ ساز پبلشرز، رانچی اکتوبر ۱۹۶۲ء کے اوائل میں "پاکیزہ" کے نام سے شائع کر رہا ہے اس مجموعے کو مسعود جامی اور عرفی منور شرما ترتیب دے رہے ہیں۔

(ناشر) انجمن ترقی اردو ہند کے لئے مسٹر نذیر حسن پرنٹر پبلشر شمیم الدین قریشی نے مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا